رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں اعلان براءت: ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا، تاکہ وہ مسلمانوں کو اسلامی طریقہ پر حج کرائیں۔ اس وقت تک مشرکین اپنے طریقوں پر حج کیا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کے مطابق آپؓ کے مکہ روانہ ہونے کے بعد سورۂ براءت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے علیؓ کو بلایا اور حکم دیا کہ سورۂ ہذا کی ابتدائی آیتیں لے کر جاؤ اور قربانی کے دن منیٰ وغیرہ میں اعلان کرنا: "أنه لا يدخل الجنة كافر، ولا يحجّ بعد هذا العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان، ومن كان له عهد عند رسول الله ﷺ فهو له إلى مدته"

چنانچہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی عضباء پر نکلے، راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ ابوبکرؓ نے کہا: "آپ امیر ہیں یا مامور؟ آپؓ نے کہا: "مامور ہوں۔" پھر دونوں نے سفر جاری رکھا اور لوگوں نے ابوبکرؓ کی رہنمائی میں مناسک حج ادا کیے۔ جب قربانی کا دن آیا تو حسب حکم نبی ﷺ حضرت علیؓ نے لوگوں میں مطلوبہ اعلان کر دیا۔ [سیرت ابن ہشام] اس اعلان کے مطابق مشرکین کے ساتھ امن وآشتی کا معاہدہ ختم ہونے کی آخری تاریخ ۱۰ ربیع الاول تھی۔ [تفسیر ابن کثیر]

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: "بعثني أبو بكر فيمن يؤذن يومَ النحر بمنى أن لا يحجّ بعد العام مشرك ولا يطوف" [بخاری مغازی باب حج ابی بکر بالناس ح: ۴۳۶۳]

توربشتی کہتے ہیں: حضرت علیؓ کو بھیجنے میں سر یہ تھا کہ دو اقوام میں امن وآشتی کا معاہدہ قائم یا ختم ہونے کا اعلان جیسا کردار سردار خود یا اس کے خاندان کا کوئی فرد کرتا تھا، دوسروں سے وہ قبول نہ کرتے تھے۔ [شرح الطیبی مناقب علی ؓ] اور یہ عمل عربوں میں معروف ومعلوم تھا، اور لوگوں کو اس اعلان کے صحیح ہونے پر یقین آتا تھا۔

اس اعلان اور اس کی جزئیات میں کافی روایات موجود ہیں؛ مگر ہم نے واقعہ پر دلالت کرنے والے چند نصوص پر اکتفا کیا ہے؛ کیونکہ ہمارا مقصد حضرت علی حیدر کرارؓ کی فضیلت، اعمال اور آپ ﷺ کی نیابت وانکسارِ طبیعت دکھانا ہے، نہ کہ اس سفر کی شرح وبسط کے ساتھ تفصیلات مقصود ہیں۔

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا محمد ابراہیم خلیل بلتستانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۹۳۷ء ------- وفات ۲۰۱۶ء

عبدالرحیم روزی

شجرہ نسب: محمد ابراہیم بن عبدالصمد بن خلیل بن جانفرو بن عبدو۔ یہ قبیلہ جانفرو سے معروف وموسوم ہے۔ اور محلہ رحیم پا غواڑی میں آباد ہے۔ خلیل اللہ کا اصل نام غلام حیدر تھا، بعد میں ان کے والد نے تبدیل کیا۔ یہ خاندان آگے جاکر مکشل سے جاملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم: آپ بانی دارالعلوم مولانا موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا نواسا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بوستان، کریمہ، گلستان سعدی وغیرہ ادب واخلاق کی کتابیں عظیم نانا ہی سے پڑھیں۔ اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ آپ حد درجہ ذہین وفطین تھے۔ ۸ برس کا بچہ بلتستان کے معاشرے میں گلستان بوستان پڑھے!! مولانا مفتی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس **مشکوٰۃ المصابیح**، جبکہ مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس **سنن ابن ماجہ** شروع کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دارالعلوم غواڑی میں ابتدائی اور ثانوی کی تعلیم حاصل کی۔

ہمایوں پل کی تعمیر کے وقت میری عمر ۲۰ برس تھی۔ میں نے اس میں ۱۰۔ ۱۲ دن کام کیا؛ کیونکہ اس کی تعمیر میں غواڑی میں ہماری باری تھی۔

کراچی وپنجاب کی طرف سفر کا آغاز اور خاک نوردی کا لامتناہی سلسلہ:

۱۹۵۵ء میں حسب معمول کراچی کا رخ کیا، جہاں مدرسہ جامع العلوم سعودیہ (حالیہ جامعہ دارالحدیث الرحمانیہ) میں داخلہ لے کر پڑھنے لگا۔ اس کے مہتمم ومنتظم شیخ صدیق وہاب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اساتذہ کرام: جامعہ علوم سعودیہ میں بندہ نے مولانا حاکم علی اور مولانا یوسف کلکتوی کے پاس پھر سے سنن ابن ماجہ نسائی وغیرہ پڑھا۔ مولانا حاکم علی قابل ترین استاد تھے۔ پہلے شیخ صدیق عبدالوہاب جامع العلوم سعودیہ پر خرچ کرتا تھا، بعد میں سیٹھ عطاء الرحمن خرچ کرنے لگا اور سولجر بازار منتقل ہوا۔ پھر جمعیت اہل حدیث کراچی کے تحت چلنے

لگا۔ کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت بواعبدالمنان کیریسی رحمۃ اللہ علیہ اور سید عظیم الدین رحمۃ اللہ علیہ والد سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے رہے تھے۔ اس وقت مولانا عبدالرشید انصاری چھوربٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی زیر تعلیم تھے۔ اس وقت انصاری رحمۃ اللہ علیہ اخبارات میں لکھا کرتے تھے۔ ان کا شکستہ خط حافظ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ ہی پڑھ سکتا تھا۔

دارالحدیث میں مولانا سکھروی رحمۃ اللہ علیہ بھی میرا استاد ہے۔ ان کا تعلق دیوبندی مسلک اور جماعت اسلامی سے تھا۔ مولوی عبدالحمید کوروی رحمۃ اللہ علیہ ان سے خوب بحث ومباحثہ کرتا تھا۔

۵۸۔ ۱۹۵۵ء میں جامع العلوم سعودیہ ہی میں رہا۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ امتحان لینے تشریف لاتا۔ یہاں ہمارے ساتھیوں میں مولانا ثناء اللہ سالک رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد حسن اثری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قیام کراچی کے دوران مولانا محمد یونس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نصیب میں آئی، جو کہ مولانا یونس گینتھاوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے استاد تھے۔ ان سے خوب علمی استفادہ کیا، ان کے ہمراہ کورٹ میں رکشہ میں جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مؤلف کتاب تنقیح الرواۃ شرح مشکوۃ مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ آپ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عبدالقادر یوگوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، بدیں وجہ وہ مجھ سے خوب محبت رکھتے تھے۔ آپ نے تفسیر احسن التفاسیر کی تالیف میں مولانا احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کام کیا۔ بندہ نے دارالعلوم نیوٹاؤن سے بھی ۶ ماہ استفادہ کیا ہے، جہاں مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے۔ انہیں مہتمم دارالعلوم بلتستان غواڑی حاجی خلیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام مولانا عبدالمنان کیریسی رحمۃ اللہ علیہ سے اچھا تعارف تھا۔ ان سے قدوری اور مولانا یوسف بنوری شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی پڑھی۔

علاہ ازیں لال مسجد اسلام آباد کے خطیب مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور میں دونوں صبح سویرے نیوٹاؤن سے جاتے اور امام مسجد لسبیلہ مولانا عبداللطیف افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے مقامات حریری پڑھتے۔ یہاں کنز الدقائق بھی پڑھنا شروع کیا تھا۔

جامعہ سلفیہ میں: دوران قیام کراچی میں شیخ الحدیث محمد یونس قریشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ دیا کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلے جائیں، جہاں ممتاز علماء درس وتدریس میں مصروف ہیں۔ چنانچہ میں، مولانا عبدالرحمن خلیق رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسن راشد آف برمنگھم نے ۱۹۵۹ء میں جامعہ سلفیہ کا رخ کیا، یہاں میرے شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی

رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان سے صحیح مسلم، موطا مالک، سنن ابی داؤد وغیرہ بھی پڑھا۔ فقہ میں استاد مولانا شریف اللہ دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ پہلے فتح پور میں پڑھاتے تھے۔ ان کے پاس فقہ کے علاوہ مسلّم الثبوت، سلّم الوصول، توضیح تلویح، منطق اور ھدایہ پڑھا۔

مولانا گوہر الرحمن مردانی رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت اسلامی حسامی اور حجۃ اللہ البالغۃ پڑھاتے۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ادب ومعانی اور ترجمتین پڑھا۔ مولانا صاحب دارالحدیث سولجر بازار میں پڑھاتے تھے، پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد آکر پڑھانے لگے۔ مولانا ہدایۃ اللہ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنجد" دو بار پڑھا تھا۔ ان سے بھی ہم نے استفادہ کیا۔ مولانا بشیر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ مدیر ماہنامہ نداء الاسلام نے آپ سے ایک ایک طویل انٹرویو میں آپ فرماتے ہیں کہ سلفیہ میں ہمارے ساتھیوں میں مولانا محمد بشیر سیالکوٹی چیف ایڈیٹر ماہنامہ نداء الاسلام و مدیر دارالعلم آب پارہ اسلام آباد، شیخ محمد یوسف کاظم وغیرہ تھے۔ مولانا عبدالخالق یوگوی آف شگروالے جامعہ اثریہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

اس وقت جامعہ سلفیہ کے مہتمم مولانا اسحاق چیمہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہاں اقامت کے دوران مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم خاص محمد عمر بلتی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لالٹین لے کر جاتا تھا۔ ان کا وعظ ونصیحت سنا ہے؛ لیکن تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جامعہ سلفیہ سے ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں ہم نے سند فراغت حاصل کی۔

پھر بندہ وہیں کلاس اولیٰ ثانویہ کو پڑھانے پر مامور ہوا۔ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ حافظ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کا تذکرہ یوں منظوم کرتے ہیں: ؎

مِنهم فإبراهيمُ أضحى داعياً فخليلُنا و نبيلُ بلتستان

"ان میں ایک ابراہیم خلیل رحمۃ اللہ علیہ بھی داعی بنے، ہمارے دوست اور بلتستان کے نامور عالم ہیں۔"

[حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۲۳ از محمد طیب محمدی]

علاوہ ازیں بندہ نے اسی سال غالباً چھٹیوں میں چند مہینے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدرسہ عربیہ لعلوم القرآن میں قرآن پاک کی تفسیر وتجوید پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ جس کی سند حفص عن عاصم عن عبیدبن حبیب و زرّ بن حبیش عن عثمانَ و عليَ و ابیّ و زیدبن ثابت و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچتی ہے۔

انہی ایام میں مدینہ یونیورسٹی کے قیام کی اطلاع ملی جو کہ جلالة الملک سعود بن عبد العزیز آل السعود کے فرمان سے قائم ہوئی تھی۔طلباء کی داخلہ درخواستیں وکاغذات جمع کرنے کا اعلان ہوا،تو میں نے کراچی میں سعودی سفیر کے سامنے درخواست رکھی۔ یہاں دو ہزار کے لگ بھگ درخواست جمع تھیں۔ ان میں سے دو سو طلباء کا انتخاب کیا گیا۔اور یہ طے تھا کہ ان میں سے ۲۰ طالب علم قبول کیے جائیں گے۔یعنی ایک انار سو بیمار والا معاملہ تھا۔ چنانچہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ،سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے ذمہ دار علما سے طلباء طلب کیے گئے۔اور حسن اتفاق سے قرعہ فال ہمارے نام نکلا۔ مارچ ۱۹۶۲ء میں بذریعہ کشتی ہم بغیر کرایہ کے حجاز مقدس پہنچ گئے؛ کیونکہ حجاج کرام کو پہنچانے کے بعد کشتی خالی واپس جارہی تھی۔اس وقت ۱۸ پاکستانی ساتھی تھے۔

مدینہ یونیورسٹی پہنچ کر كلية الشريعة میں چار سال پڑھ کر ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء میں فارغ ہوئے۔آپ فرماتے تھے کہ ہم اور ڈاکٹر صہیب حسن وغیرہ مدینہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد دوسرے کھیپ تھے۔ یہ بات شاگرد عزیز مولانا شریف بشیر سے سنی۔مدینہ یونیورسٹی کے اہم اساتذہ میں ناصر السنة الشیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے تین سال حدیث پڑھی۔تفسیر شیخ محمد امین شنقیطی اور محمد یمان اشقر (صاحب زبدة التفسیر) سے،فقہ ڈاکٹر مختار شنقیطی سے،قواعد عربیہ یعنی نحو وصرف شیخ عبد الرؤف لبدی اردنی اور قاضی عطیہ سالم سے،جو ان دنوں مدینہ یونیورسٹی میں مدیر التعلیم تھے۔توحید کا مضمون شیخ عبد المحسن عباد سے اور شیخ عبد القادر شیبۃ الحمد (مؤلف الادیان والفرق، وامتاع العقول بروضة الاصول) میرے استاد ہیں۔علامہ شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح بار بار سنتے تھے۔ نیز شیخ العرب والعجم پیر بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابوالحسن علی الندوی رحمہ اللہ علیہ کے محاضرات سنتے تھے۔

حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''مدینہ یونیورسٹی میں جہاں حافظ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سال پڑھاتے رہے، کے مشہور شاگردوں میں محمد ابراہیم خصوصی شاگرد تھے اور ان سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔وہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد کینیا چلے گئے۔ حافظ صاحب کے لیکچر،دروس اور تقریروں کے اکثر وبیشتر نوٹس ان کے پاس تھے۔'' [ماہنامہ ضیائے حدیث شمارہ ۱۱ نومبر ۲۰۱۳ء] یعنی ہمارے شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سلفیہ میں پڑھا،اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بھی۔اس وقت یونیورسٹی میں کلیہ الشریعہ اور کلیة الدعوة واصول الدین تھے۔اول الذکر کلیہ سے آپ ۱۹۶۷ء/ ۱۳۸۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کی دعوت وتبلیغ کی جولانگاہ کینیا (افریقہ): مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد افریقہ میں دعوت الی اللہ اور نشر واشاعت کتاب وسنت وعقیدہ صحیحہ کے لیے وائس چانسلر علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے نام چانسلر مفتی اعظم محمد ابراہیم آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب آیا تو آپ اور آپ کے زملاء میں سے ڈاکٹر صہیب حسن، شیخ محمد یوسف کاظم وغیرہ کا انتخاب ہوا۔ اور نیروبی میں ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ میں وارد ہوئے۔ جہاں سے چیف جسٹس شیخ محمد قاسم مزروعی عمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے کام کا تعین کیا۔ دیگر ساتھیوں کو کمبالا، نیروبی وغیرہ کے مدارس میں بھیجا گیا۔ جبکہ میں اور شیخ احمد عبدالرحمن بار، ممباسا بھیجے گئے۔

وہاں پہنچ کر مدرسۃ الفلاح کو خوب جد وجہد اور محنت شاقہ سے ابتدائی درجے سے آگے کلاس بڑھا کر ترقی دی۔ یہ مدرسہ منظم بھی نہ تھا، اور ابتدائی مدرسہ کے علاوہ تدریس وتعلیم بعض مساجد کے حلقات تک محدود تھی۔ آپ اور ساتھیوں نے سعودی مناہج تعلیم نافذ کر دیے۔ ۱۹۹۹ء میں مقامی آبادی کے طلباء وطالبات کی تعداد ۳۰۰ تھی، جبکہ قسم الداخلی میں ۵۰ طلباء پڑھتے تھے۔ باہر کے طلباء فراغت کے بعد واپس جا کر اسلامی مدارس ومراکز کھولتے اور مدرسہ الفلاح کی شاخ تصور کرتے اور وہاں سے راہنمائی لیتے تھے۔

آپ کی دینی خدمات کینیا میں: آپ کے کینیا تشریف لے جانے کے بعد کئی اسلامی مراکز معرضِ وجود میں آئیں۔ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درج ذیل مراکز کے قیام میں حظ وافر حاصل ہے:

- مجلس المعارف الاسلامية۔
- الجمعية الإسلامية الأفريقية۔
- جمعية أنصار الشبان المسلمين۔
- (معهد التساوني) الثانوي الإسلامي
- دار العلوم لكوني۔
- كلية الدراسات الإسلامية
- الجامعة الإسلامية في ممباسا۔

درس نظامی کے مدارس کے لیے آپ کا تقابلی جائزہ ومشورہ: آپ نے مولانا بشیر سیالکوٹی حفظہ اللہ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: "ہندو پاک میں رائج عربی نظام تعلیم میں معلومات افزا فائدہ تو ضرور ہے؛ لیکن زبانی استعمال اور تحریری مشق نہ ہونے کی وجہ سے طالب علم آخری سالوں میں بھی اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر پاتے۔ اور خود کو عاجز محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ جدید سے جدید عربی مقررات پڑھائے جائیں، طلباء کو خوب

مشق دیں اور اجراء کروائیں۔ یہ خود ہمارا آزمودہ نسخہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو عربی زبان اور ادب وثقافت سے خوب محبت تھی۔ اور بلا لکنت وجھجک کے روانی سے عربی بولتے اور لکھتے تھے اور وہ بھی فصیح وکتابی عربی۔

جب راقم کو ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء کے درمیان ۴ سال مدینہ یونیورسٹی میں پڑھنے کا موقع نصیب ہوا تو افریقہ سے آنے والے طلباء آپ کا غائبانہ تعارف ہم سے ایک جید استاد، داعی کبیر اور عالم جلیل کے طور پر کرتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ مولانا کی شخصیت ہمارے ہاں معروف ومشہور ہے۔

آپ کی خدمات کے لیے عرب شیوخ کا خراج تحسین: آپ مدرسۃ الفلاح کے مدیر/ ناظم تھے۔ آپ کے مدرسہ کی بڑی عرب شخصیات زیارت کرتی تھیں۔ انہوں نے مخیر حضرات اور فلاحی اداروں کے نام سفارشی خطوط وتزکیات لکھے اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کی دہائی دی۔ جن میں نیروبی میں قائم ملحق الدین میں متعین عبد الرحمن محمد نائب سفیر خادم الحرمین، سامی بن جمیل، ام القریٰ یونیورسٹی کے ڈاکٹر محمد جمیل اور رابطۃ عالم اسلامی کینیا برانچ کے ڈائریکٹر شیخ احمد محمد مسلم شامل ہیں۔

علمی رسوخ اور مقام: مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل، درس وتدریس میں قدآور اور محنتی داعی تھے۔ علم میں خوب پختگی اور عام گفتگو میں بھی علمی نکات اور عربی ضرب المثل استعمال کرتے تھے۔ اور آپ کی باتیں علمی اور مناظرانہ تھیں۔ اللہ ہمارے تمام بزرگوں اور خدام دین کی مغفرت کرے اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول کرے۔

جب سال ۲۰۱۴ء کے موسم گرما میں بیٹے ڈاکٹر عامر خلیل کی شادی کے لیے غواڑی تشریف لائے تو آپ نے مدرسہ البنات میں پڑھانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ کو بخوشی آفر کی گئی۔ آپ بلا ناغہ دو ہفتے تک آخری کلاس میں صحیح البخاری پڑھاتے رہے۔ اسی سال آپ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ دیا، جو یہاں آپ کا یادگار اور آخری خطبہ ثابت ہوا۔

اسی دوران بندہ نے آپ کی آمد کو قیمتی جانتے ہوئے انٹرویو کیا۔ اور آپ نے سطور بالا میں گزری ہوئے معلومات ارشاد فرمائے تھے۔ بندہ آپ کا قوی حافظہ اور جزئیات تک یاد رکھنے پر مجسمہ حیرت بن کر رہ گیا۔ حالانکہ بعض معلومات کا تعلق ۱۹۴۴۔۴۶ء تک سے تھا۔ آپ ماہ وسال کے ساتھ یاد رکھے ہوئے تھے۔ اسی موقع پر آپ نے بندہ کی طلب پر پاکستانی مدارس میں فراغت کی دو سند اجازت عطا کیں۔

اس موقع پر فرمایا: شاہ بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مدرک الرکوع مدرک الرکعۃ پر کتابچہ لکھی، تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے خوش ہوکر ویزا بھیجا اور سعودیہ بلاکر خوب عزت وتکریم دی۔

نیز فرمایا: مولانا عبدالرحیم بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جد مولانا احمد سعید مرحوم غواڑی میں فوت ہوئے اور ''چوپرسے'' میں مدفون ہوئے۔ بندہ نے بقیۃ السلف مولانا بشیر الدین کے ذریعے مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر دریافت کی۔ اس کے بعد مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ عنہ کی قبر تلاش کی تو ایک چاردیواری میں موجود اہلحدیث طرز کی ایک بڑی قبر کے متعلق اندازہ لگایا کہ یہی مولانا رحمۃ اللہ عنہ کی قبر ہے۔ اس کے کئی شواہد وقرائن بھی موجود ہیں۔ یہ قبر چوپرسے کی ہموار چوٹی پر واقع ہے۔

مولانا کا ادب سے شغف وتعلق: ہمارے مولانا بلتی، اردو، عربی اور سواحلی زبان شستہ اور مرقع بولتے تھے۔ بازاری عربی زبان سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھا تھا۔ بلتی، اردو اور عربی میں بوقت ضرورت اپنا کلام جوڑتے اور لے کے ساتھ پڑھ کر خوب محظوظ ہوتے تھے۔

اخلاق وعادات وگوناگوں اوصاف: سادگی، ہنس مکھ، اخلاق حسنہ آپ کے والد سے میراث میں ملی ہوئی صفات تھیں۔ اس پر مزید مہمیز دینی علم سے مالا مال ہونے سے ملی تھی۔ جب کئی سال بعد بلتستان آتے تو بالخصوص گھر گھر جاکر عمر رسیدہ لوگوں سے ملتے، سلام کرتے، خیر وخبر لیتے تھے اور بوقت ضرورت تعاون کرتے۔

خفیف قسم کے مزاح کرتے، خوش طبعی ہی مزاج کا حصہ تھی، اس میں طنز اور تیر ونشتر نہ تھے۔ نہ کسی کے ساتھ بغض وعناد رکھتے تھے۔ نہ کسی کی غیبت کرتے سنا گیا۔ ہر کسی کے ساتھ دل صاف رکھتے تھے۔

تکلف کا نام ہی نہیں جانتے تھے، سہل پسند، سہل نگار تھے۔ اسلاف کا تذکرہ عقیدت واحترام سے کرتے تھے۔ انہیں خوب دعائیں دیتے اور پیشوا ومقتدیٰ تسلیم کرتے تھے۔ مولانا عبدالرشید ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق تھا۔

''لو أقسم علی اللہ لأبرّہ'' کی مثال: مولانا محمد شریف بلغاری اور اصلاحی کمیٹی غواڑی کے صدر فاضل ساتھی مولانا محمد سلیم نے بتایا کہ آپ کی وفات کے بعد مولانا عبدالرؤف سیر میکی نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک بار افریقہ سے چھٹیوں میں حاجی خلیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سکردو میرے گھر تشریف لائے اور مولانا عبدالکریم بلغاری ان کی آمد کی خبر سن کر ملنے آئے۔ ہمارے مجلس احباب میں آپ نے فرمایا: ''میری دلی تمنا ہے کہ سکردو میں کوئی اسلامک سنٹر

بناؤں، جس سے افراد جماعت کو سہولت میسر ہوگی۔''

بلغاری صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ اولڈ ینگ والوں کے ساتھ میرا زمینی مقدمہ ہے، اگر جیت جاؤں تو میں ۱۰ کنال وقف کروں گا۔ اس پر حاجی خلیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی، باقی سب نے ہاتھ اٹھا کر آمین کہی۔ بلغاری صاحب مقدمہ جیت گئے اور ۱۰ کنال رقبہ عطا کیا۔ پھر بقایا رقبہ خریدنے اور اس پر ابتدائی تعمیرات کے لیے اکابرین جماعت نے میٹنگ کر کے فیصلہ کیا کہ جماعت کے افراد سے چندہ کیا جائے۔

جب یہ فیصلہ عبدالصمد بٹواغواڑی نے سنا تو بوا عبدالرؤف سے کہا کہ سب سے پہلے میری تنخواہ سے مبلغ چار روپے چندہ کی رسید کاٹو! وہ ان دنوں میونسپل کمیٹی سکردو میں سویپر تھا۔ اور باقی اوقات مولانا عبدالرؤف و برادران کے گھر میں کام کرتا تھا۔ معاشی اور جسمانی دونوں لحاظ سے کمزور سمجھ کر اسے شامل فہرست چندہ دہندگان میں شامل نہیں کیا گیا؛ مگر عبدالصمد صاحب کا دِل مالدار، استغنا سے مالا مال اور جزبہ وولولہ جوان تھا۔ ان کے بعد دوکانداروں، ملازمین اور اہل ثروت سے چندہ کیا گیا۔ اور مولانا محمد ابراہیم خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوکر ''مرکز اسلامی'' قائم ہوگیا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب جامع مسجد چشمہ بازار کے علاوہ سکردو میں سر چھپانے کی جگہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداء مرکز اسلامی کا تصور آپ کے دل میں ڈالا، پھر زبان سے جاری کروایا۔ بلغاری صاحب نے رقبہ دینے کا عزم کیا اور خلیل الرحمن نے دعا کی۔ ابراہیم خلیل افریقہ والے اور دونوں بزرگوں نے آمین کہی۔ اس کے بعد اللہ کے ولی مستجاب الدعوۃ کی دعا نے اثر دکھانا شروع کیا۔ اور سہانے خواب نے وجود کی شکل اختیار کی۔

آپ کے خدوخال: ہمارے مولانا میانہ قد، مناسب انداز میں فربہ مائل، چہرہ کتابی، پُرنور شکل وصورت، چہرہ مکمل سنتِ نبوی سے موافق، بالوں میں سفیدی غالب، چوڑی پیشانی، اور گندمی رنگ کے خوبصورت اور وجیہ عالم وفاضل تھے۔

بیماری اور سانحہ وفات: قریبی ذرائع کا بیان ہے کہ آپ افریقہ سے امسال بلتستان آنے اور تمام رشتہ دار واحباب سے ملاقات کرنے کے خواہشمند تھے۔ اتنے میں گلے کی تکلیف ظاہر ہوئی، تو پاکستان لاہور چلے آئے۔ وہاں کچھ علاج معالجہ کے بعد راولپنڈی آکر الشفا انٹرنیشنل ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کا مصداق ہوا۔ الہامی انداز میں بیرون ملک مقیم دونوں بیٹوں، تینوں بیٹیوں اور رفیقہ حیات کو بلایا۔ بالآخر تقریباً دو ہفتہ